© rasailojaraid.com

شہر آشوب

پروفیسر خالد شبیر احمد

اُمڈا وہ سیلِ اشک شکیبائی ختم تھی　　　اک اک بدن سے تاب و توانائی ختم تھی

گلشن میں گرچہ شور تھا فصلِ بہار کا!　　　ہر گُل کا چہرہ زرد تھا رعنائی ختم تھی

تھے بند اپنی ذات کے گنبد میں سارے لوگ　　　تنہا تھا فرد فرد، پذیرائی ختم تھی

ہیرے تراشتے ہوئے گزری تمام عمر　　　فارغ ہوئے تو آنکھ سے بینائی ختم تھی

مدقوق چہرے دیکھ کر آئینے گنگ تھے　　　شیشوں سے گویا عکس شناسائی ختم تھی

آسودگی کی راہ پہ چلنے کا تھا ثمر!　　　عیسیٰ بنے تھے لوگ مسیحائی ختم تھی

شہرِ وفا سے گزرے تو منظر عجیب تھا　　　تھا شورِ شر کچھ ایسا کہ تنہائی ختم تھی

مبہوت سارے لوگ تھے منظر تھا دلخراش　　　اٹکی تھی بات حلق میں گویائی ختم تھی

وہ شہر بے ثبات تھا جس میں کہ بے گماں　　　فکر و نظر میں سوچ کی گہرائی ختم تھی

ظلمت کا تھا وفور تو نظریں تھیں تیز تر　　　سورج ہوا طلوع تو بینائی ختم تھی

دیکھا ہے میں نے ایسا بھی خالدؔ وہ ایک شہر　　　دانا تمام لوگ تھے دانائی ختم تھی

© rasailojaraid.com